شاہ ولی اللہ کی علمیات

ڈاکٹر تصدق حسین صاحب شعبہ فلسفہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔

شاہ ولی اللہ اٹھارھویں صدی کے شہرہ آفاق عالم تھے۔ مذہبی علوم کے علاوہ ان کو فلسفہ اور منطق میں بھی مہارت حاصل تھی ان کا ذہن محققانہ اور شعور ناقدانہ تھا وہ مذہبی امور میں بھی رجعت پسند اور روایت پرست نہ تھے معاملات کی تہہ تک پہونچ کر ان کا مفہوم سمجھنے میں شاہ صاحب کو ملکہ حاصل تھا فارسی اور عربی پر ان کو غیر معمولی عبور حاصل تھا۔[1]

شاہ ولی اللہؒ ۴ر شوال ۱۱۱۴ھ ۱۷۰۳ء میں پیدا ہوئے اور ۱۱۷۶ھ ۱۷۶۲ء میں ۶۲ سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ انہوں نے اپنے والد شاہ عبدالرحیم سے مذہبی اور فلسفیانہ علوم کی تحصیل کی۔ ان کے شعور اور افہام کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے ۱۴ سال کی عمر میں حدیث و فقہ منطق و قواعد پر مکمل عبور حاصل کر لیا۔ اور اپنے والد کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد وہ مدرسہ رحیمیہ میں درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔[2]

شاہ ولی اللہ جس زمانے میں پیدا ہوئے وہ مغل سلطنت کے زوال کا دور تھا۔ اورنگ زیب کی آنکھیں بند ہوتے ہی مغل سلطنت کا شیرازہ بکھر گیا وسیع و عریض سلطنت بہت سے ٹکڑوں

---

[1] رحیم بخش ابو محمد۔ حیات ولی اللہ دہلی۔ ص ۲۱۵ تا ۲۲۳

[2] ایضاً ص ۲۳۱ منظور احمد نعمانی۔ الفرقان شاہ ولی اللہ نمبر بریلی ۱۳۵۹ھ ص ۱۱ تا ۴۰۔

میں بٹ گئی ہر سمت بغاوتیں ہونے لگیں مرہٹے جو کہ پہلے ہی سے مغل سلطنت کی جڑیں کھوکھلی کر رہے تھے اب اور بھی سرکش ہو گئے۔ کمزور مغل شہنشاہ ان کی طاقت کی تاب نہ لا سکے۔ غرض کہ بہت سی خود مختار ریاستیں وجود میں آ گئیں۔ یہ سلطنت نادر شاہ کے حملہ سے اور زیادہ کمزور ہو گئی، مغل حکومت صرف دہلی تک محدود ہو کر رہ گئی مغل سلطنت کا یہ زوال صرف سیاسی ہی نہ تھا بلکہ سماجی معاشی اور مذہبی بھی تھا۔

ہندوستانی مسلمانوں کا مذہبی انحطاط اکبر کے زمانے سے ہی شروع ہو چکا تھا۔ دین الٰہی کی اشاعت اور راجپوت پالیسی کا اسلامی تہذیب و ثقافت پر گہرا اثر ہوا۔ مسلمانوں نے ہندو تہذیب و تمدن کا اثر قبول کیا۔ شاہجہاں کے دور میں یہ اثر اور نمایاں ہوا۔ بہت سے صوفیوں نے ناتھ یوگیوں کا اثر قبول کیا۔ شیخ محب اللہ اور میاں میر وغیرہ کے یہاں یہ اثر نمایاں طور پر نظر آتا ہے نیز دارا شکوہ کی کوششوں نے بھی اس اثر میں اضافہ کیا بہت سی سنسکرت کی کتابوں کو فارسی میں ترجمہ کیا گیا اسی کے سبب بہت سی ہندو روایتوں سے مسلمان متاثر ہوئے[1]، بعد ازاں صوفیوں میں کچھ ایسے مکاتب قائم ہوئے جنہوں نے شریعت کے بجائے طریقت پر زیادہ زور دیا نیز ان مکاتب سے متعلق صوفی غیر اسلامی اعمال و افعال میں مشغول ہو گئے۔ اس کا عام مسلمانوں پر بھی اثر پڑا وہ علوم شرعیہ سے دور ہو گئے۔ حدیث و فقہ کی تعلیم تقریباً ختم ہو گئی اس کے علاوہ۔ مسلمان سلطنت کے زعم میں عیش و عشرت میں پڑ گئے اور انہوں نے مذہبی علوم کو بھلا دیا۔

شاہ ولی اللہ نے اس سماجی اور مذہبی انحطاط کو محسوس کیا اور اسلامی تعلیم کی تجدید میں کوشاں ہو گئے۔ اس سے قبل شاہ عبدالحق نے ہندوستان میں علوم شریعت کی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ قائم کیا تھا لیکن یہ زیادہ عرصہ نہ چل سکا۔ بعد ازاں شاہ ولی اللہ کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم نے

---

[1] شاہ ولی اللہ، المصفّٰی، ص ۱ تا ۱۱۔ شاہ ولی اللہ البلاغ المبین ص ۱۰۶ الفرقان۔ ص ۹۷، ۱۵۱، ۱۴۹ تا ۱۵۰

اسلامی درس و تدریس کے لیے ایک مدرسہ قائم کیا شاہ ولی اللہ نے اس مدرسہ کو اور زیادہ ترقی دی۔ ان کی وفات کے بعد ان کے خاندان کے دیگر افراد نے مذہبی تجدید کا کام جاری رکھا۔ غرض کہ شاہ ولی اللہ نے مسلمانوں میں سیاسی، سماجی اور مذہبی بیداری پیدا کی۔ انہوں نے تصوف اور فلسفہ پر بھی بہت سی اہم تصانیف چھوڑیں۔ مشرق و مغرب میں ان کے سیاسی اور سماجی کارناموں پر روشنی۔ ڈالی گئی ہے لیکن ان کے فلسفہ پر بہت کم لکھا گیا ہے اس مختصر مقالہ میں شاہ ولی اللہ کی علمیات (جو کہ فلسفہ کی شاخ ہے) پر روشنی ڈالی جائے گی اور اس کے اہم نکات بیان کیے جائیں گے۔

شاہ ولی اللہ بنیادی اعتبار سے صوفی ہیں۔ لہٰذا ان کا نظریہ بھی تصوف پر مبنی ہے۔ مشرق و مغرب میں عام طور پر علم حاصل کرنے کے دو ذرائع بیان کیے جاتے ہیں یعنی عقل اور حواس خمسہ ان ذرائع کی بنیاد پر یورپ میں دو مکاتب علمیات معرض وجود میں آئے۔ ایک عقلیت کا (RATIONALISM) مکتب کہلایا۔ اور دوسرا تجربیت کا (EMPERICISM) جو حواس خمسہ اور ان سے حاصل ہونے والے تجربہ کو علم حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھتا تھا۔ اول الذکر مکتب میں ڈکارٹ (DESCARTES) اسپینوزا (SPINOZA) اور لیب نیز (LEIBNIZ) وغیرہ کا شمول ہوتا ہے اور مؤخر الذکر میں لاک (LOCKE) برکلے (BERKELEY) اور ہیوم (HUME) وغیرہ شامل ہیں[1]

اسلامی فلسفہ میں بھی عقلیاتی مکتب موجود تھا اس میں ہم معتزلہ کو شامل کر سکتے ہیں جو انسانی عقل کو حصول علم کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ یہاں ذرائع علم کے مسئلہ پر عقل و حواس کا اختلاف نہیں بلکہ عقل و

---

[1] THILLY FRANK. HISTORY OF PHILOSEPHY
ALLAHABAD 1976 P.P. 301 — 314
AND — 333 — 352

وحی کا اختلاف ہے۔ اشعری وحی کو عقل پر فوقیت دیتے ہیں[۱]۔ ہندوستانی فلسفہ میں بھی ذرائع علم کے سلسلہ میں عقل وحواس کا اختلاف موجود ہے چارواکا حواس خمسہ سے حاصل ہونے والے تجربہ کو حصول علم کا ذریعہ سمجھتے ہیں دیگر مکاتب فلسفہ نیایا، وشیشیکا سانکھیا اور ویدانتیا وغیرہ میں علم کا حصول صرف حواس خمسہ پر ہی مبنی نہیں عقل وجدان پر بھی مبنی ہے[۲]۔

ان ذرائع کے علاوہ مذہبی کتابیں بھی علمیات میں اہمیت رکھتی ہیں اور انہیں قدسی علم کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے اس سے خالق و مخلوق دونوں کا علم حاصل ہوتا ہے لیکن یہ علم انسانی کاوشوں سے نہیں قدسی عنایتوں سے حاصل ہوتا ہے شاہ ولی اللہ کے یہاں حصول علم کے مختلف ذرائع ہیں وہ عقل کو بھی علم کے حصول کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور حواس خمسہ سے حاصل ہونے والے تجربہ کو بھی نیز ان کے فلسفہ میں لطائف خمسہ (FIVE DISPOSITIONS) تحصیل علم میں بڑی اہمیت حاصل ہے صوفی ہونے کے سبب وہ وجدانی علم (INTUTIVE KNOWLEDGE) پر زیادہ زور دیتے ہیں اور وہ جن ذرائع کو بیان کرتے ہیں ان کی حدود سے بھی واقف ہیں مختلف اقسام کا علم مختلف ذرائع سے حاصل ہوتا ہے لہذا ان کے خیال میں کوئی بھی ذریعہ علم کلی طور پر مکمل نہیں[۳]۔

۱۔ WOTT W. M. THE FORMATIRE PERIOD OF ISLAMIE THOUSHT EDINBURGH 1973 P. 232 AND 307

۲۔ KRISHNAN RADHA INDIAN PHILOSEPHY P.P. 72, 75, 86, 104. 112, 293, 307 LONDON, 1962

۳۔ شاہ ولی اللہ، الطاف القدس ص ۱۔ تا ۷۔

صرف شاہ ولی اللہ ہی نہیں دیگر صوفیا بھی لطائف کو حصول علم کا ذریعہ سمجھتے ہیں مجدد الف ثانی کے خیال میں لطائف کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو عالم خلق (WORLD OF MOTHER) سے متعلق ہیں۔ اور دوسرے وہ جن کا تعلق عالم امر (WORLD OF SPIRIT) سے ہے ان کے خیال میں فلاسفہ جو کہ جوارح خمسہ (FIVE SENSES) کو عالم امر سے متعلق سمجھتے ہیں صحیح نہیں نیز یہ بھی درست نہیں کہ جوارح خمسہ جن کا تعلق عالم خلق سے ہے عالم امر کے حصول علم کا ذریعہ ہو سکتے ہیں۔ وہ نفس ناطقہ (RAT-IONAL SOUL) جو کہ عالم خلق سے متعلق ایک لطیفہ ہے کو نفس امارہ (EVIL SELF) ہی خیال کرتے ہیں۔ وہ اس کے تزکیہ کو لازم سمجھتے ہیں عقل کا تعلق بھی عالم خلق سے ہے نیز حواس خمسہ بھی عالم خلق سے ہی متعلق ہیں۔ عالم امر سے تعلق رکھنے والے لطائف خمسہ قلب و روح سر خفی اور اخفیٰ ہیں۔ قلب اور روح کا تعلق ظاہر اور باطن دونوں سے ہے ربانیت کے سبب وہ باطنی لطائف (INTERNAL DISPOSITIONS) ہیں اور ان کا تعلق عالم امر سے ہے اور مادیت کے سبب وہ ظاہری لطائف (ERTERNAL DISPOSITIONS) ہیں اور ان کا تعلق عالم خلق سے ہے یعنی بصورت عالم خلق سے تعلق رکھنے والے لطائف بھی پانچ ہیں یعنی قلب و روح، نفس ناطقہ، عقل اور جوارح۔ اس تقسیم سے ظاہر ہوتا ہے کہ مجدد نفس ناطقہ اور روح کو الگ سمجھتے ہیں۔ اور علیحدہ لطیفوں کی حیثیت دیتے ہیں حصول علم کے لئے عالم خلق سے متعلق ہونے کے باعث روح و قلب کا تزکیہ لازمی ہے[۱]۔ شاہ ولی اللہ لطائف کی اس تقسیم کے قائل ہیں۔ وہ لطائف پنجگانہ میں یقین رکھتے ہیں قلب عقل اور روح کو باطنی لطائف مانتے ہیں اس کے علاوہ وہ مخفیہ لطائف (SECRET DISPOSITIONS) کے بھی قائل ہیں۔ شاہ ولی اللہ انہیں لطیفہ خفیہ اور لطیفہ نورانی (DEVINE DISPOSITION) کہتے ہیں۔ وہ مجدد الف ثانی کے خفی اور اخفیٰ کے مترادف ہیں۔ نیز سر کو بھی خفیہ لطیفے میں شمار

---

[۱] مکتوبات ربانی، مکتوب نمبر ۳۴، ۲۶۰، جلد اول، مکتوب نمبر ۹۳ جلد دوم۔

کرتے ہیں[1]۔

جیساکہ اوپر بیان کیا گیا ہے شاہ ولی اللہ کی علمیات میں لطائف کو بڑی اہمیت ہے لہذا وہ اپنے نظریۂ علم کے آغاز میں لطائف کے علم پر زور دیتے ہیں۔ ان کے خیال میں حصول علم کے لئے انسان کو ان لطائف کی دانشوری ضروری ہے جنکا وجود اسکے اندرون میں مخفی ہے لطائف کے علم کے کچھ فوائد ہیں مثلاً سالک کو اپنے مرتبہ اور مقام کا علم ہوجاتا ہے۔ نیز اسے یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ کس قسم کا علم کس لطیفہ کے ذریعہ حاصل ہوسکتا ہے بالفاظ دیگر وہ تمام لطائف کی حدود سے واقف ہوجاتا ہے۔ لطائف کا علم حاصل نہ کرنے کی صورت میں سالک کو مختلف قسم کے خواطر یا نقصانات کا سامنا ہوسکتا ہے (۱) اسے یہ معلوم نہیں ہوگا کہ اس کا مرتبہ یا مقام کیا ہے (۲) صوفی فنا و بقا کی بار بار منازل طے کرتا ہے لیکن اسے معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کس مقام پہ ہے اور جو کچھ اس پہ گذر رہی ہے وہ کونسی حالت ہے۔ لہذا مقام و حال سے واقف ہونے کے لئے لطائف کا علم ضروری ہے۔ (۳) لطائف سے ناواقف ہونے کے سبب وہ گذرے ہوئے صوفیوں کے مقام کو بھی نہیں سمجھتا شاہ ولی اللہ کا یہ اعتراض دراصل وحدت الوجود کے ماننے والے صوفیوں پر ہے جو وجودیت کو مقام میں معرفت کی اصل سمجھتے ہیں اور علم حقیقی کا ذریعہ خیال کرتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ کے مطابق وجودیت اور شہودیت مقامات میں، تفصیل حق کے ذرائع ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی کلی طور پر حقیقت کے بیان کے لئے ناکافی ہے[2]۔

شاہ ولی اللہ کے خیال میں علم کے حصول کے لئے اصطلاحات کا صحیح استعمال اور مفہوم کا جاننا ضروری ہے۔ مثلاً نفس کی اصطلاح مختلف معنوں میں استعمال کیجاتی ہے کبھی اس سے انسان کی فطرت مراد ہوتی ہے کبھی اسے قلب کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے اور کبھی نفس امارہ اس سے مراد ہوتی ہے اسی طرح قلب کی اصطلاح بھی مختلف معنوں میں استعمال ہوتی ہے۔ کبھی اس کے معنی صرف ایک گوشت کا ٹکڑا ہوتے ہیں اور کبھی اس سے ایک لطیفہ کا مفہوم لیا جاتا ہے[3] مختصراً صوفی کو تمام اصطلاحات اور ان کے

---

[1] شاہ ولی اللہ الطاف القدس ص ۱۷، ۱۸، [2] شاہ ولی اللہ الفوز الکبیر ص ۹ تا ۱۱۔

مفہوم سے واقف ہونا چاہیے ۔ شاہ ولی اللہ کا نقطۂ نگاہ لسانی تجربیاتی ہے ۔ مشرق میں ان سے قبل غزالی کے یہاں بھی اسی قسم کا نقطۂ نگاہ ملتا ہے[۱] ۔ لیکن مغرب میں یہ نقطۂ نگاہ جدید ہے ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تصوف میں اس نقطۂ نگاہ کی بڑی اہمیت ہے صرف صوفی کے لئے ہی نہیں ایک عام علم حاصل کرنے والے کے لئے بھی اصطلاحات اور اس کے مفہوم سے واقف ہونا ضروری ہے ۔

شاہ ولی اللہ مختلف لطائف کی حدود سے واقف ہیں ان کے خیال میں حواس خمسہ سے صرف دنیاوی اشیاء کا علم حاصل ہو سکتا ہے ۔ علوم حقیقیہ کے لئے وہ کام نہیں آسکتے ۔ قلب جس کی حیثیت ایک لطیفہ کی ہے جذبات کے علم میں معاون ہوتا ہے اور عقل تخلق کے انہام میں معاون ہوتی ہے ۔ وہ اصل اور تجرد میں تمیز کرتی ہے شاہ ولی اللہ کا خیال ہے کہ دنیاوی اشیاء کی اشکال عالم اشکال میں موجود ہوتی ہیں گویا ہر شئی اپنی شکل جس کا وجود عالم اشکال میں ہے کی نقل ہے ۔ عقل ان دونوں کا افہام کرتی ہے اور دونوں میں فرق کرتی ہے[۲] ۔ شاہ ولی اللہ کا یہ خیال افلاطون کے فلسفہ پر مبنی ہے ۔ گویا کہ شاہ ولی اللہ عالم اشکال کو ماورائی عالم نہیں سمجھتے تاہم اس عالم کی نوعیت کی تصریح بھی نہیں کرتے ہیں بہرحال افلاطون شئی کو تصور کی نقل سمجھتا ہے اور شاہ ولی اللہ شکل کی ۔

شاہ ولی اللہ کے نظام علمیات میں سر کا مقام عقل سے بلند ہے اور وہ اسے ایک مخفی قوت سمجھتے ہیں جو انسان کے اندر موجود ہے اور علوم حقیقیہ کے حصول میں معاون ثابت ہوتی ہے سر دراصل ایک وجدانی قوت ہے اور اس کا تعلق وجدانی علم سے ہے ۔

وجدانی علم کی بہت سی قسمیں ہیں ، مراقبہ ، کشف ، الہام ، وحی ، وحی پیغمبرانہ وجدان ہے ۔ باقی اقسام مختلف مقامات رکھنے والے صوفیوں کا وجدان ہوتی ہیں ۔ سر بھی وجدان ہی کی ایک قسم ہے

---

[۱] UMARUDDIN. M., ETHICAL PHILOSOPHY OF AL-GHAZALI ALIGARH 1972 P. 62

[۲] شاہ ولی اللہ الطاف القدس ص ۹۳ ، تا ۹۵ ،

جس کو صوفیا ہی استعمال کر سکتے ہیں۔

صرف صوفیا ہی نہیں دیگر فلاسفہ نے بھی وجدان کو حصول علم کا ذریعہ خیال کیا ہے کانٹ (KANT) وجدان کو نومنہ کے علم کا ذریعہ سمجھتا ہے برگساں (BERGSON) کے مطابق وجدان ہی علم کا صحیح ذریعہ ہے اور عقل پر فوقیت رکھتا ہے اقبال بھی عقل کو وجدان کے مطابق اہم خیال کرتے ہیں غزالی اور رومی اور دیگر مسلم فلاسفہ بھی وجدان کو عقل پر فوقیت دیتے ہیں۔

عقل کو بیان کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ ایک اور قوت پر روشنی ڈالتے ہیں جسے وہ ذوق کہتے ہیں۔ عقل و ذوق ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ عقل کا کام اشیار کے خواص کو سمجھنا ہے اور ذوق کا کام ان خواص کے علاوہ اس تضاد کو بھی سمجھنا ہے۔ جو اشیار کے اندر موجود ہوتا ہے شاہ ولی اللہ کے مطابق اشیار میں موجود تضاد در اصل تضاد نہیں۔ در اصل حواس خمسہ کے تفہیم کے سبب یہ تضاد نظر آتا ہے۔ دلیل کے طور پر وہ کہتے ہیں کہ کوئی بھی دو افراد اپنے خواص کی بنیاد پر یکساں نہیں ہوتے تاہم ایک دوسرے سے قطعی مختلف بھی نہیں ہوتے۔ جو خواص کہ انہیں ایک دوسرے سے الگ کرتے ہیں۔ انفرادی خواص ہیں۔ لیکن انسان کے اندر ان کے علاوہ کچھ بنیادی خواص بھی ہوتے ہیں جو ہر فرد میں موجود ہوتے ہیں اور ان خواص کی بنار پر تمام افراد ایک دوسرے سے متعلق ہوتے ہیں۔ عالم اشکال میں ہر شی کے شکل موجود ہوتی ہے یہ اشکال ایک دوسرے سے متعلق ہوتی ہیں۔ بنیادی اعتبار سے ان میں کسی قسم کے خصائص موجود نہیں ہوتے۔ یہ خصائص نفس کلیہ کا مظہر ہوتے ہیں جو شئی کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور شکل کے ذریعہ ان کی نمود شئی میں ہوتی ہے۔ اسی طرح اشیار نفس کلیہ کے مظہر ہیں وحدت الوجود کے ماننے والے صوفیار۔ اس نکتہ کو نہ سمجھ سکے اور انہوں نے شئی کو واجب الوجود مبدار اولی کا مظہر خیال کیا۔ بہر حال شاہ ولی اللہ کا خیال ہے کہ ذوق اشکال و نفس کلیہ کے تعلق کے افہام میں معاون ہوتا ہے۔ نیز اشیار و نفس کلیہ کے تعلق کو بھی سمجھتا ہے۔ عقل اس تعلق کو سمجھنے سے قاصر ہے اس کو حواس خمسہ سے مواد حاصل ہوتا ہے ذوق وجدان سے مواد فراہم کرتا ہے گو کہ شاہ ولی اللہ اس قوت کو وجدانی قوت تسلیم نہیں کرتے تاہم عقل سے بلند ہونے کے سبب یہ وجدان

سے قریب ہے۔[1]

وجدان کے علاوہ شاہ ولی اللہ کی علمیات میں روح کی بھی بڑی اہمیت ہے ان کے خیال کے مطابق ہر شئی میں اس کے مرتبہ اور مقام کے اعتبار سے روح ہوتی ہے۔ اور جس طرح اشیاء کے مختلف مدارج ہوتے ہیں بالخصوص وہ چند مدارج کا ذکر کرتے ہیں جن میں سے کچھ انسان کے اندر موجود ہوتے ہیں یہ مدارج حسب ذیل ہیں:

(۱) روح حیوانی (ANIMAL SOUL)

(۲) نفس ناطقہ (RATIONAL SOUL)

(۳) نفس کلیہ (UNIVERSAL SOUL)

(۴) روح علوی (DIVINE SOUL)

(۵) نفس ملکیہ (ANGELIC SOUL)

(۶) روح سماوی (HEAVENLY SOUL)

(۷) روح فلکیہ (HEAVENLY SOUL)

(۸) نفس کاملہ (PERFECT SOUL)

اس کے علاوہ کچھ نفوس وہ ہیں جو دیگر اشیاء میں موجود ہوتی ہیں۔ (۱) نفس معدنیہ (MINERAL SOUL) (۲) نفس نباتیہ (VEGETATIVE SOUL)[2] نظام نفوس میں نفس معدنیہ کے شمول سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاہ ولی اللہ بے جان اشیاء میں بھی روح کے قائل ہیں۔ نیز ان مدارج کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ روح میں نظام ترتیب موجود ہے تمام نفوس نفس کلیہ کے مظہر ہوتے ہیں شاہ ولی اللہ کا فلسفہ ابن سینا کے فلسفہ سے ماخوذ ہے وہ بھی ہر شئی میں روح کا قائل ہے۔ ابن سینا پر ارسطو کا اثر ہے لیکن بنیادی اعتبار سے ابن سینا اور

---

[1] شاہ ولی اللہ الطاف القدس ص ۸۸ تا ۹۱ ، [2] ایضاً ص ۸ تا ۱۲ ۔

ارسطو میں فرق یہ ہے کہ ارسطو مدارج روح کے اعتبار سے اشیاء کو مختلف مدارج میں تقسیم کرتا ہے اور ان کی بہت سی مملکتیں (KINGDOMS) بنا دیتا ہے لیکن ابن سینا مخلوقات کی تقسیم کے باوجود اشیاء کو ایک ہی سلسلہ میں رکھتا ہے۔ یعنی مملکات کا قائل نہیں۔ شاہ ولی اللہؒ کا فلسفہ ابن سینا اور ارسطو دونوں سے متاثر ہے شاہ ولی اللہ نفس کلیہ کو ہیت اولیٰ یا ہمیت احیاء نہیں مانتے۔ نفس کلیہ خدا کی تخلیق ہے۔ اور خدا تمام عالم سے ماوراء ہے بہر حال شاہ ولی اللہؒ ارسطو سے متاثر ہونے کے باوجود اس کی تقلید نہیں کرتے۔ روح کے سلسلہ میں ان کے عقائد اسلامی بھی ہیں اور فلسفیانہ بھی۔

ہر شئی کی اصل اس کی روح ہوتی ہے مختلف نفوس کا وجود مختلف صورتوں میں ہوتا ہے۔ نفس حیوانی کا وجود حرارت سے ہوتا ہے۔ نفس ناطقہ الوھیت سے وجود میں آتی ہے۔ انسان کے اندر دونوں نفوس موجود ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان کی مناسبت سے ان میں دو قسم کے رجحانات ہوتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ ان کو بہیمیت اور ملکیت کا نام دیتے ہیں[1]۔ یہاں بھی شاہ ولی اللہ ارسطو سے متاثر معلوم ہوتے ہیں۔ جو ان رجحانات کی بناء پر انسان کو حیوان ناطق کہتا ہے۔ غزالی بھی ان رجحانات کے قائل ہیں۔ وہ انسان میں چار قوتیں تسلیم کرتے ہیں جن کا مختلف امور سے تعلق ہوتا ہے۔

(۱) البہیمیہ (BEASTLY)

(۲) السبعیہ (FEROCITY)

(۳) الربانیہ (DIVINITY)

(۴) الشیطانیہ (SATANIC)

ان میں سے تین قوتیں بہیمیہ، سبعیہ اور شیطانیہ کا تعلق بہیمی رجحانات سے ہے اور ربانیہ

---

[1] شاہ ولی اللہ الطاف القدس ص ۹۲۔

کا تعلق عقلی رجحانات سے ہے۔ ان قویٰ کی فطرت کے اعتبار سے وہ عقل کو درویش، شہوت کو سور، غضب کو کتے اور شیطانیہ کو شیطان کے مشابہ سمجھتے ہیں۔ لہٰذا شاہ ولی اللہ غزالی سے بھی متاثر ہیں۔[1] نیز شاہ ولی اللہ انسان میں روح علوی کا وجود بھی تسلیم کرتے ہیں۔ یہ نفس روح سماوی اور نفس ناطقہ کے عناصر سے تشکیل پذیر ہوتا ہے۔ اس کا مرکز ایک نقطہ ہوتا ہے جسے شاہ ولی اللہ حجر بحت کہتے ہیں۔ یہ نکتہ صرف وہی صوفی محسوس کر سکتا ہے جو صحو بحت کے مقام پر پہونچ چکا ہو۔ اس نکتہ کے علم سے صوفی کو بہت سے ایسے راز معلوم ہو جاتے ہیں جن کا اب تک اسے علم نہیں ہوتا۔ گویا شاہ ولی اللہ کے علمیاتی نظام میں حجر بحت کو وجدان کی حیثیت حاصل ہے۔ صحو بحت وہ مقام ہے جہاں صوفی مکمل باشعور ہو جاتا ہے۔ بہر حال روح کا تعلق ایک طرف لطائف باطنیہ سے ہوتا ہے اور دوسری طرف لطائف خفیہ سے۔ شاہ ولی اللہ نفس ناطقہ کو باطنیہ میں شمار کرتے ہیں اور روح علوی کا شمار لطائف خفیہ میں کرتے ہیں۔[2] مختصراً روح علم کے حصول کا ذریعہ ہے۔ مختلف نفوس عارج کے اعتبار سے حصول علم میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ نفس ناطقہ سے علم باطنی حاصل ہوتا ہے اور روح علوی سے علم قدسی حاصل ہوتا ہے۔ قدسی علم کی مختلف سطحیں ہوتی ہیں۔ ہر سطح کا علم کسی ایک نفس سے حاصل نہیں ہو سکتا لہٰذا اس کے حصول میں مختلف نفوس معاون ہوتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ کا خیال ہے کہ حصول علم کے یہ ذرائع جنہیں اوپر بیان کیا گیا گمراہ بھی ہو سکتے ہیں لہٰذا انہیں گمراہی سے بچانے کے لئے ان کی صحیح تربیت کرنا لازمی ہے گو کہ وہ سمجھتے ہیں کہ انسان فطری طور پر نیک ہے لیکن اسلاف کی طرف سے اس میں قبح کا دخول ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اس قبح کو دور کرنے کے لئے لطائف کا تربیت ناگزیر ہے۔ نیز یہ کہ لطائف کی ——— گمراہی سے برائیاں پیدا ہوتی ہیں ———

---

[1] UMARUDDIN .M, ETHICAL PHILOSOPHY OF A[L-]
GHOZALI ALIGARH 1962 P. 19

[2] الطاف القدس ص ۱۱، ۲۷

——— اور ان برائیوں کو روکنے کے لئے لطائف کو درست کرنا ضروری ہے ان لطائف میں سے کوئی بھی ایک اگر گمراہ ہوتا ہے۔ تو دیگر لطیفوں پر بھی اس کا اثر اس لئے پڑتا ہے کیونکہ تمام لطائف ایک دوسرے سے متعلق ہوتے ہیں۔ اور تعاون سے کام کرتے ہیں۔ اگر کسی شخص کی روح گمراہ ہے تو وہ شہوانی زندگی بسر کرے گا۔ اگر اس کا قلب گمراہ ہے تو اس پر جذبات کا غلبہ ہوگا۔ اور اگر اس کی عقل گمراہ ہے تو وہ برے اور اچھے میں تمیز نہ کر سکے گا اس لئے کہ حسن و قبح کا امتیاز ناممکن ہے اس کی زندگی سرتاپا برائی ہو جائے گی اور وہ نیکی سے دور رہے گا۔ نہ صرف یہ بلکہ وہ صحیح علم بھی حاصل نہ کر سکے گا کیونکہ حصول علم کے ذرائع گمراہ ہیں۔[1]

صوفیا کے یہاں ان لطائف کی تربیت کے دو طریقے بتائے جاتے ہیں یعنی شریعت اور طریقت نیز یہ کہ صوفیوں میں اس امر پر اختلاف ہے کہ شریعت اہم ہے یا طریقت۔ لیکن شاہ ولی اللہ کے خیال میں شریعت یقیناً اہم ہے۔ وہ طریقت کو بھی رد نہیں کرتے۔ اور اسے جائز مقام دیتے ہیں۔ خواجہ نقش بند جن سے نقشبندیہ سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ اور جو طریقت کے بانی خیال کئے جاتے ہیں شریعت کو رد رد نہیں کرتے اور نہ اس کی اہمیت سے انکار کرتے ہیں۔ ان کے بعد کچھ صوفیا نے ان کے خیالات کی صحیح شرح نہیں کی اور خیال کیا کہ وہ شریعت پر طریقت کو فوقیت دیتے ہیں دراصل رہے کہ شاہ ولی اللہ خود اسی سلسلہ کے صوفی ہیں اور اس اختلاف سے بخوبی واقف ہیں۔ بہرحال شاہ ولی اللہ لطائف کی تربیت کے لئے شریعت پر زور دیتے ہیں۔ ان کے خیال میں شریعت کے دو پہلو ہیں یعنی ظاہری اور باطنی، ظاہری پہلو سے حواس خمسہ کی درستگی ہوتی ہے۔ اس پر عمل پیرا ہونے سے انسان گناہوں سے پرہیز کرتا ہے۔ باطنی پہلو انسان کے اندرون کو درست کرتا ہے اس سے عقل قلب و روح کی تربیت ہوتی ہے اس پر عمل پیرا ہونے سے وہ نیک اعمال کی اہمیت سمجھ لیتا ہے اور دانستہ طور پر نیکی سے زندگی بسر کرتا ہے۔ بالخصوص اس کے اندر بنیادی نیکیاں یعنی طہارت، خضوع، سماحت اور

---

[1] شاہ ولی اللہ، الطاف القدس ص ۲۶

عدالت پیدا ہو جاتی ہیں۔ لطائف کی تربیت کے اعتبار سے سالک کے مقام کا تعین ہوتا ہے۔ اگر اس کا قلب صاف ہے تو وہ صدیق ہو گا اور اگر اس کے حواس درست ہیں۔ تو صاحب یمین ہو گا۔ بہر صورت شریعت کی اخلاقی اور علمیاتی اہمیت مسلم ہے اس پر عمل کرنے سے سالک کا اخلاق بھی درست ہوتا ہے اور صحیح علم بھی حاصل کر سکتا ہے[۱]۔

عبادت بھی لطائف کی تربیت میں معاون ہوتی ہے اس سے عام انسانی زندگی بھی درست ہوتی ہے اور صوفیائے کے راہ سلوک کی منزلیں بھی طے ہوتی ہیں شاہ ولی اللہ ان لوگوں سے اتفاق نہیں کرتے جو عبادت کو جزوی اہمیت دیتے ہیں۔ بہر حال زیادہ تر صوفیاء عبادت کو بنیادی اہمیت دیتے ہیں۔ اس کا ایک سبب یہ ہے کہ اس سے لطائف کی تربیت ہوتی ہے اور دوسرا یہ ہے کہ عبادت مذہبی فریضہ ہے مختصراً شاہ ولی اللہ سالک کے لئے عبادت کو اور بھی زیادہ اہم سمجھتے ہیں[۲]۔

لطائف کی تربیت محبت شعائر اللہ کے ذریعہ ہو سکتی ہے محبت تصوف کا بنیادی اصول ہے اور راہ سلوک کی ابتداء ہے محبت ہی سے معرفت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور سالک راہ سلوک پر گامزن ہو جاتا ہے۔ اس کے سبب وہ تمام ان چیزوں سے پرہیز کرتا ہے جو راہ حق میں رکاوٹ بن سکتی ہیں اور ان سب چیزوں کو اختیار کرتا ہے جو خدا کو پسند ہیں یعنی اس میں برائی سے بچنے اور نیکی پر عمل پیرا ہونے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے محبت ہی کے سبب وہ لطائف کی مناسب تربیت بھی کرتا ہے غرضیکہ شاہ ولی اللہ لطائف کی تربیت کے لئے شریعت عبادت اور محبت کو ضروری سمجھتے ہیں[۳]۔

تنزیہ لطائف کے بعد دو قسم کا علم حاصل ہوتا ہے۔ ایک کو شاہ ولی اللہ اثر اور دوسرے کو ذات کا نام دیتے ہیں۔ اثر وہ علم ہے جو حواس خمسہ کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے اور ذات وہ علم ہے جو لطائف باطنہ اور لطائف قلبیہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اول الذکر علم کی سطح پر سالک کو ارتباط کا علم حاصل ہوتا ہے یعنی خارجی اشیاء سے واقف ہو جاتا ہے۔ شاہ ولی اللہ انسان کے اندر انفرادی انا کا وجود تسلیم

---

[۱] الطاف القدس ص ۴۲ تا ۴۳۔ [۲] ایضاً ص ۴۸ [۳] ایضاً ص ۳۸، ۳۹۔

کرتے ہیں اور اسے وہ انانیت خاصہ کہتے ہیں جس کا تعلق انانیت مطلقہ سے ہوتا ہے۔ دنیاوی علوم کا حصول انانیت مطلقہ کے ذریعہ انانیت خاصہ کو ہوتا ہے جس کا تعلق حواس خمسہ سے ہے اور جو ادراک میں ممد ہوتی ہے یعنی صورت اثر کی سطح پر سالک کو قبض کا اور ذات کی سطح پر بسط کا علم ہوتا ہے مکمل شخص وہ ہے جسے دونوں قسم کا علم حاصل ہو۔ دنیا میں اس قسم کے انسان بہت کم ہوتے ہیں۔ ان کا شمار شاہ ولی اللہ پیغمبروں اور مجدد قسم کے لوگوں میں کرتے ہیں۔ بسط کا علم وحی الٰہی کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ داعی عالم امثال میں ودیعت کر دیا جاتا ہے اور تجلی اعظم کے ذریعہ عارف تک پہونچا دیا جاتا ہے اس کے اظہار میں مصلحت کلی کو بھی دخل ہوتا ہے داعی وحی الٰہی سے واقف ہونے پر سالک کو قبض وبسط دونوں کا علم حاصل ہوتا ہے اور وہ ان کو الگ الگ سمجھ سکتا ہے ایک کو دوسرے سے خلط ملط نہیں کرتا قبض وبسط کو شاہ صاحب گلاس میں رکھے ہوئے یاقوت کی مثال سے سمجھاتے ہیں جسے مختلف رنگوں میں دیکھا جا سکتا ہے یہ مختلف رنگ قبض ہیں، اور یاقوت بسط ہے اور بس یہی حقیقت ہے[1]۔ یہاں بھی شاہ ولی اللہ وحدت الشہود سے متاثر نظر آتے ہیں اور وہ ہر شئی کو ایک حقیقت کا پرتو خیال کرتے ہیں۔ نیز تسلیم کرتے ہیں کہ حقیقت ایک ہے جو ہر شئی میں جاری وساری ہے۔

شاہ ولی اللہ اپنی علمیات میں ان خطرات سے بھی باخبر ہیں جو صحیح علم کے حصول میں لاحق ہو سکتے ہیں۔ ان کے خیال میں سب سے بڑا خطرہ نافہمی ہے اکثر اوقات صوفی فنا وبقا کے معاملات کو سمجھ نہیں پاتا۔ ایسی صورت میں وہ متحیر ومتعجب رہ جاتا ہے۔ لہٰذا صحیح علم کے لئے ان مقامات کا سمجھنا ضروری ہے نیز یہ کہ وہ داعی حق کو بھی سمجھنے سے قاصر رہتا ہے یہ داعی عالم امثال میں مصلحت کلی کے ذریعہ تخلیق کئے جاتے ہیں، اور صوفی کو ملائکہ کے ذریعہ بتا دیئے جاتے ہیں۔ ان کو صحیح علم کی روشنی میں سمجھا جا سکتا ہے اور اگر سالک انہیں سمجھنے سے قاصر رہتا ہے تو اس کا علم مکمل نہیں[2]

---

[1] الطاف القدس ص ۵۰ تا ۸۰ [2] ایضاً ص ۱۱۰ تا ۱۱۵

الحاصل شاہ ولی اللہ کے یہاں مکمل نظریہ علم ملتا ہے اس کی بنیادیں تصوف میں ہیں۔ وہ جس علم کی بات کرتے ہیں، وہ متصوفانہ نوعیت کا ہے۔ وہ دنیاوی علوم کے حصول کا نظریہ پیش نہیں کرتے بلکہ علوم حقیقیہ کے حصول کا نظریہ پیش کرتے ہیں۔

مصباح اللغات

مکمل عربی اردو لغت

پچاس ہزار سے زیادہ عربی لفظوں کا جامع و مستند ذخیرہ

یہ شاندار عربی اردو لغت اپنی غیر معمولی خصوصیتوں کی وجہ سے لاجواب ہے آج تک اس درجہ کی کوئی ڈکشنری شائع نہیں ہوئی جس میں عربی الفاظ اور لغت کے اتنے بڑے ذخیرے کو ایسے نفیس ترجمے اور نکھرے ہوئے مطلب کے ساتھ اردو میں منتقل کیا گیا ہے۔

المنجد:۔ جو عربی لغت کی جدید کتابوں میں سب سے زیادہ نفیس اور دلپذیر سمجھی جاتی ہے مصباح اللغات نہ صرف اسکا مکمل ترجمہ ہے بلکہ اس کی تیاری میں بہت سی بلند پایہ کتابوں میں اخذ و استنباط کی تمام صلاحیتوں سے کام لیکر مدد لی گئی ہے۔ قاموس تاج العروس، لسان العرب، اقرب الموارد، نہایہ، مجمع البحار، مفردات امام راغب، منتہی الارب وغیرہ کئی سال کی مسلسل کتابت کے بعد ۱۹۵۰ء کے آخر میں اس کا فوٹو آفسیٹ ایڈیشن طبع ہوا تھا اب کتاب کا تیسرا نقش ہے آخر میں جدید لغات کے تتمہ کا اضافہ کیا گیا ہے صفحات ۱۰۲۸۔ سائز بہت ہی موزوں اور شاندار جلد جرمی خوبصورت و مضبوط دلپسند گرد پوش فوٹو آفسیٹ قیمت غیر مجلد /۶۰ اجرت جلد /۵ مجلد /۶۵